

تعلیمی اداروں کے نجکاری --- قطعاً نہیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا فرمایا۔ اسے اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اسے خیر و شر میں تمیز کرنے کا شعور بخشنا۔ اس کے لئے خوب صورت اور موزوں ترین دنیا سمجھائی اور زمین و آسمان اور ماہیہ کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔ یہ سب اہتمام ہو چکا تو اسے نائب بنان کر دنیا کی زمام کار اس کے ہاتھوں دے دی۔ خالق ہمیشہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اس دنیا میں امن، چین اور سکھ سے رہنے لئے کے لئے حسب ضرورت اس کی رہنمائی کا اہتمام کیا۔ یوں دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں ہر قوم اور قبیلے میں اور ہر دور اور ہر زمانے میں انبیاء تشریف لاتے رہے۔ آخر میں نبی مہر بان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کامل و اکمل، اس طرح انسان کے لئے ابد تک درکار رہنمائی کا مر تمام ہو گیا۔ ہر پبلو سے ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے امن چین اور سکھ کی زندگی بسر کرنے کے لئے روئے زمین پر آباد کی بھی انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اس رہنمائی کو اپنائے۔ وہ مسلمان معاشرے میں یا لادینی اور الحادی معاشرے دنیا میں جہاں کہیں اس لازوال رہنمائی سے روگردانی کی روشن اختیار کی جا رہی ہے وہاں انسان بحیثیت مجموعی مسائل اور مصائب سے بھی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے معاشروں میں ظاہر خوش حال اقلیتیں (اہل و سائل طبقہ) بھی اندر وہی کرب اور نفسی و ذہنی دباؤ کا شکار ہیں اور ایک جان لیوا شکنگی سے گزر رہی ہیں۔

اس طرح کے عمرانی تجربے سے گزرتے ہوئے اس دور کے انسان کے لئے یہ بات لازمی اور بدیہی قرار پاتی ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل کا حل نبوی تعلیمات کی روشنی میں ملاش کرے۔ جب ہم پر ایک یویٹ تعلیم کی تجارت اور اس کی پیدا کردہ معاشرتی ابھنوں اور مسائل کا تجزیہ ان تعلیمات کی روشنی میں

کرتے ہیں تو یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ تعلیم و تدریس ایسے مقدس اور پیغمبر انہ کام کو منڈی مار کیتے اور بازار کی جنس بنا کر اسے تجارتی سودوزیاں کے ترازو میں تو ان اور اسے خالصتاً تجارتی اپروپ کے ساتھ منڈی (معاشرے) اور گاہوں (طالب علمون) کی صورت حال دیکھ کر ارزاز و گراس نرخوں (فیسوں) پر حرف و لفظ کی خرید و فروخت کا عمل بنادینا رذالت کا اسفل ترین درجہ ہے۔ گزشتہ دس پندرہ برس کے تجربے نے یہ طے کر دیا ہے کہ نجی تعلیمی تجارتی اداروں میں حرف و لفظ کی فروخت کے علاوہ کچھ نہیں ہو رہا۔ جب انسانی مستعدی کا مطبع نظر اور بڑا محکم منافع خوری اور جلب زر ہو تو حرف و لفظ یعنی حصول علم کے ذریعے کی عصمت کہاں باقی رہتی ہے؟ ایسے لین دین کے ماحول میں حروف اور الفاظ کی کوکھ سے "علم" جنم نہیں لیتا۔ عرفان کی نمو نہیں ہوتی۔ اور اک پروان نہیں چڑھتا۔ شعور بیدار نہیں ہوتا اور ضمیر زندگی نہیں پاتا۔ ہاں ایسی اداروں سے نکلنے والا شاگرد لٹا پڑا ضرور ہوتا ہے اور علم کی بجائے محض جانکاری (Know-How) سے مسلک ہوتا ہے اور پھر اس اسلحہ سے لیس ہو کر وہ اپنی پائی تربیت کے مطابق مزید تجارت کے لئے منڈی میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے والدین کی پونچی لٹا کر تجارتی تعلیم حاصل کرنے والے شاگردوں کے اندر ملک و ملت کا در در رکھنے والا انسان سک سک کر مر جاتا ہے۔ رد عمل کے نتیجے میں اس کے اندر کمر شلا نہڑا اپروپ رکھنے والا ایسا بینا قسم کا انسان نمودار ہوتا ہے کہ جو ہر انسانی قدر کو محض روپے پیسے کے معیار پر کھتنا اور اسی اصول پر معاملات زندگی میں بجاہتاؤ کرتا دکھائی دیتا ہے۔

اہل نظر سے یہ بات کسی طور پو شیدہ نہیں کہ زندگی کا حقیقی حسن اور اس کا فطری رنگ و روپ باہمی ایثار و قربانی کا طرز عمل اختیار کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اعلیٰ انسانی خوبیوں سکوں کی جھلک اور جھنکار کے بل پرند خریدی جاسکتی ہیں اور نہ پیدا کی جاسکتی ہیں نجی تعلیمی تجارتی اداروں نے تعلیم کو ایک جنس بازار بنادیا ہے۔ پیسے کو پیسا کھینچ رہا ہے اور لفظوں کی عصمت پالاں ہو رہی ہے۔ ان پر ایکو یہ تعلیمی تجارتی اداروں کو جواز بخشنے والی بڑی سے بڑی دلیل بھی ہمارے نزدیک وطن عزیز کے گلی کوچوں اور قریبی بازار میں

دنہناتی اس زمینی حقیقت کے سامنے پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی کہ آپ کچھ بھی کہیں موجودہ ماحول میں تعلیم ہر حال تجارت بن چکی۔ انسان پر آنے والے مجموعی عالمی زوال کے ادوار کے علاوہ قرن اول سے ایک تسلسل کے ساتھ ہر علاقے اور ہر تہذیب میں انسان کا مجموعی طرز عمل ایسا رہا کہ تعلیم و تدریس کو ہمیشہ مقدس اور مشتری فریضے کی حیثیت حاصل رہی ہے اور دولت علم سدا بے لوث انداز میں تقسیم کی جاتی رہی۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ان تجارتی تعلیمی اداروں کا مقصد اصل و اول تعلیم دینا نہیں بلکہ اس نام پر روپیہ ٹھوڑنا ہے تو ان کے بہروپ کا بھانڈا ان اداروں کی شاخت ہی سے پھوٹ جاتا ہے اور ان کی اصلیت کا پردہ ان کی پیلسٹنی، فیسوں اور فنڈز کے اسٹر کپر اور ان کے "طریق کار" سے چاک ہو جاتا ہے۔ آواز خلق نقارہ خدا ہوا کرتی ہے اس وطن پاک کے مقہور و مجبور لوگ (98) فی صد) گزشتہ کئی سالوں سے ان اداروں کی ستم رانیوں کا شکار ہیں۔

وطن عزیز کی تعلیمی زندگی کو مسلسل کمزور کرتا ہوا یہ تپ دق بر وقت علاج کا متخصصی ہے۔ تجارتی تعلیمی اداروں کے خلاف عوامی غیض و غضب اور پھر کسی حد تک بے بی کی یہ صورت حال کسی کے بہکانے پر پیدا نہیں ہوئی لوگ باگ خود اس تجربے سے گزر رہے ہیں اور زبان حال سے دہائی رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو گیا؟ اس کا عمر انی اور تجربی حقائق کی روشنی میں تجویز کرنے کی ضرورت ہے۔ آئیے چند حقائق کا جائزہ لیتے ہیں۔

سقوط روس کے بعد جلد ہی اشتر اکی سرمایہ داروں کی دکانداری بھی ختم ہو گئی تو دنیا کے استحصالی میدان میں صرف "انفرادی سرمایہ دار" رہ گئے۔ دنیا بھر میں ان کا کوئی مدقائقی نہ رہا۔ قومیں ملکیں امور اور طاقتی معاملات کی باگ ڈور تھا ان کے ہاتھوں میں آگئی۔ تب سے سارے عالم کو یہ باور کرایا جانے لگا کہ یہ دنیا ب یک محوری یا یک قطبی (Unipolar) دنیا ہے۔ اب اس کی زمام کا رہمارے ہاتھوں میں ہے۔

اس کی سیاسی، امی اور معاشرتی پالیسیاں اب ہم طے کریں گے۔ یوں دھنکشناں یا کسی اور گڑھ میں بیٹھ کر عالم انسانیت کو نوچنے والے ان گدھوں نے فیصلہ کیا اور خُن کاری (پرائیوریٹائزیشن) کا ناسور دنیا بھر میں دنیا بھر میں زیادہ تر ملکوں کے جنم و جاں کو چھٹ گیا۔ ان بد قسمت ملکوں میں ہمارا وطن عزیز پاکستان بھی شامل تھا۔ کہ یہاں کے حکمران بے غیرت اور ٹوڈی ذہنیت کے مالک تھے۔ یہ ورنی آقاوں کی آشیروں باد حاصل کئے رکھنے کے شوق میں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ لہذا ان کے آقاوں کی طرف سے نازل ہونے والا "حکم خُن کاری" اس وطن کے باسیوں پر بلائے۔ بے اماں کی شکل میں نافذ کر دیا۔ یوں زندگی کے دوسرا شعبوں کے ساتھ تعلیمی شبے میں بھی خُن کاری کا عمل شروع ہو گی۔ اس طرح پہلے سے موجود قومی تعلیمی اداروں کی خود مختاری کے نام پر ایوبیٹائز کر دیا گیا۔ اور منے پر ایوبیٹ تعلیمی اداروں کے قیام کے لئے لویں لٹکڑی قانون سازی کر کے تعلیمی تجارت کی راہ ہموار کر دی گئی۔ تب سے تعلیم تجارت ہو گئی اور ہوس زر کے مریض اور منافع خوری کے رسایہ چھوٹے قد اور تھوڑے طرف رکھنے والے لوگ اپنی تعلیمی دکانیں سجا کر بازار استھنال میں آبراجمان ہوئے ان تعلیمی دکانوں کی تعمیر میں ضمیر خرابی کی یہ صورت ظاہری چک دمک کے باوجود ان کی بد صورتی کو کیبو فلاج نہیں کر سکی۔

جب ہم ایک تعلیمی ادارے کا تصور ذہن میں لاتے ہیں تو سب سے پہلے اس عمارت کا نقش ابھرتا ہے۔ فرانخ ہو ادا کر کرے، کھلیل کے میدانوں اور چمن زاروں کے ساتھ پر سکون ماحد میں و سعت کا احساس پھر موزوں فرنچیپر قابلِ اساتذہ کرام اور مستعد انتظامیہ، نصابات ملکی و ملی شعور اور مفادات سے ہم آہنگ ہو ہم رنگ و غیرہ کیا تو می تعلیمی اداروں کی بھی شاخت نہیں ہو کرتی تھی۔ پھر ایسے ہوا کہ حکمران طبقوں کی لوٹ کھوٹ اور کرپشن آہستہ اور پر سے نیچے کی طرف آنے لگی یہ ایک بالائی طبقوں کی طرف سے روار کھی جانے والی بد دیانتی کا فطری نتیجہ تھا جو اسی طرح عمل پذیر ہونا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور کرپشن کا ناسور پھیلتا چلا گیا حکمران راستے نہیں روک سکتے تھے اس لئے یہ عمل تبھی رک سکتا تھا جب تک بد دیانت لوگ خود اس لعنت سے باز آئے۔ حتیٰ کہ 1988ء کے بعد اوپر والی کرپشن کے نیچے

عوامی سطح تک منتقل ہونے کی رفتار تیز ہو گئی۔ بد دیانت حکمرانوں کے تسلسل کے ساتھ اقتدار میں آتے رہنے کے سبب کرپشن کا پھیلتانا سور ہر قومی شعبے کو متاثر کرتا چلا گیا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس لیے کہ علامات مرضاب بھی وہی ہیں۔ ٹکس کا ظالمانہ نظام، مہنگائی کا پھر تاہو اغفریت، بالائی طبقوں کی روز افروز عیاشانہ طرز زندگی اور اس سب کچھ پر مسترد آئی ایم ایف اور ولڈ بینک کی غلامی (شرمناک شرااظھ پر قرض حاصل کرنے کے لئے بے غیرت حکمرانوں کے معابدے) پہلے کی طرح اس دور میں بھی موجود ہیں۔ یہ صورت حال جب تک قائم ہے، قائم رکھی جاتی ہے، کسی بھی شکل، لباس یا اور دی وائل حکمران کی چکنی چڑی باتیں یعنی یہ کریگے تو وہ ہو جائے گا۔ حکومت فلاں سال تک تیس مارخان کو ہلاک کر دے گی، میرے اس پروگرام سے یہ ہو جائے گا (غیرہ وغیرہ)، ایسی باتیں اس کے منہ پر دے مارنی چاہیں۔ اس طرح کادھوکہ بہت زیادہ دیا بھی جاچکا اور کھایا بھی جاچکا۔ اب یہ باز میگر مزید دھوکہ نہیں دے سکتے۔ بہر حال یہ تو چند جملہ ہائے معتبر ہے۔ کہنا یہ ہے کہ حکومتوں کی غفلتوں اور بد دیانتیوں کے سبب دوسراe قومی شعبوں، اداروں کی طرح تعلیمی شعبے بھی تیزی کے ساتھ زوال کا شکار ہوا۔ پنجاب یونیورسٹی ایسے تابندہ ماضی نہایت عظیم الشان روایات کے حامل ادارے خاص طور پر گزشتہ دو عشروں سے (1980ء سے) تنزل اور انحطاط کی کھائی میں لڑکتے چلے جا رہے ہیں۔ ملک و قوم اور مللت کے دشمن حکمرانوں نے اس تنزل اور انحطاط کو روکنے کے اقدامات توکیا کرنا تھے۔

اس تنزل کی رفتار کو اور چند کرنے کے لئے "بے دست و پا کر دیئے گئے" قومی تعلیمی اداروں کے مقابل اپنے بیرونی آقاوں کے اشارے پر پرائیویٹ سیکریٹری میں تعلیمی اداروں کے قیام کی پالیسی نافذ کر دی اور کیا یہ گیا کہ چوں کہ تعلیمی میدان میں ملکی ضروریات لہذا بھی شعبے کو آگے آنا چاہیے یعنی تعلیم و تعلم ایسے مقدس کام کو بازار میں بننے والی جنس بنادیا۔ اچھی اور اعلیٰ دال کا نزد اور ہے اور درمیانے اور گھٹیارجے کی دال منڈی میں تھوڑی فیس دیکھ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔

آئیے اب غاصب حکمرانوں کی اس بے سر و پا تاویل کا جائزہ میں کہ قومی تعلیمی اداروں کا خلاء پر کرنے کے لئے نجی شعبہ اپنا کردار ادا کرے۔ اس کردار کی اداکاری کامعیار لگی کوچوں اور مخلوقوں میں کھلنے والے "پرشش" انگریزی ناموں والے تعلیمی اداروں کی اب تک ظاہر و باہر صورت حال کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ تعلیم کے نام پر دھبہ ان اداروں کے ٹینگ اسٹاف کی بھرتی عارضی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ اور مطلوب تعلیمی قابلیت کو بھی پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ عام طور پر شادی بیاہ کے انتظار میں بیٹھی متوسط گھر انوں کی میڑک، ایف اے یا بی اے پاس بچیوں کو ممکن حد تک کم سے کم مشاہرہ پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ شادیوں کی تاریخیں طے ہونے پر ایک ہی تعلیمی سیشن کے دوران میں گرگٹ کے رنگوں کی طرح ان تعلیمی دکانوں کے اسمانہ بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

تعلیم کے ساتھ مذاق روارکھنے کی یہ صرف ایک مثال ہے۔ بیسوں اور ایسی بے قاعد گیاں اور "غیر معیاری حرکتیں" کی جا رہی ہیں۔ جبکہ فیسیں سینکڑوں روپوں اور مختلف فنڈز ہزاروں روپوں سے کیا کم ہوں گے؟ یہ بات بھیک ہے کہ استثنائی صورتیں بھی موجود ہیں۔ مگر آٹے میں نمک کے برابر یہ چند (99 فی صد) کے مقابلے میں کیا اثر پیدا کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان معیاری تعلیم فراہم کرنے والے چند چنے تعلیمی تجارتی اداروں (واضح رہے اصل تجارت تویہ ادارے کر رہے ہیں) کی فیسیں اور واجبات اور دوسرے "کچھ" لاکھوں روپوں میں پڑتے ہیں۔ عملًا ان استثنائی معیاری تعلیمی تجارتی اداروں کا کردار بھی ملک و ملت کے لئے کچھ کار آمد ثابت نہیں ہو رہا۔ اس لئے کہ اٹھانوے فی صد ہم وطنوں کا تلق نیزیب اور متوسط طبقے سے ہے۔ امکان کا جائزہ لیا جائے تو ان سے کتنے خاندان ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کی تعلیم پر کئی سال (دس سے سولہ برس تک) لاکھوں روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ قوم کے کتنے "جو اہر قابل" اس تجارتی تعلیم کی بھول بھلیوں میں گم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی نہیں جو اس عظیم ملی نقصان کا اندازہ کرے اور اس کو مکمل طور پر نہیں تو کسی حد تک کم کرنے کی سعی کرے۔

وطن عزیز پاکستان میں ہر قسم کے جبر و استھان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ختم کر کے ملک میں تبدیلی لانے کا عہد کرنے والوں کے لئے موجودہ تعلیمی امیری چیخنگی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے چشم پوشی یا گیری کا طرز عمل اب تک طے کئے جائے والے سفر کو کھونا کر سکتا ہے۔ لہذا اس جانب ترجیحی توجہ دیجے جانے کی شدید ضرورت ہے۔

ملک میں روز افروں و سعیت پذیر اس "تعلیمی انارکی" کا تدریک کیسے کیا جائے؟ یہ چنگھاڑتا ہوا سوال ہے جو ان کی گزارشات کو پڑھنے کے بعد ہر فرد کے ذہن میں کلبانے لگتا ہے اور قوم کے ہر اس فرد کے دل و دماغ کو ماڈ کیسے دے رہا ہے کہ موجودہ حالات کی دیزیز تہوں کے نیچے چھپے اس توی سرطان کی تباہ کاریوں سے واقف ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے دو بڑے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جو بجائے خود ایک بصیرت افروز منصوبہ بنندی اور حکمتِ عملی کے مقاصی ہیں۔

پہلا اقدام ملک کے پالیسی ساز اداروں اور پالیسی نافذ کرنے والے اداروں میں ایسے افراد کو آگے لا یا جائے جو اپنے دل میں ملک و ملت کا در در کھنے والے ہوں اور ساتھ ہی اس قدر ابیت بھی رکھتے ہوں۔ محمد اللہ! وطن عزیز میں ایسے افراد کی کمی نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ آگے کیسے آئیں؟ اور ان اداروں میں بر اجمن ناہل، کرپٹ اور بے حس لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ کیسے لیں؟ ہم سب جانتے ہیں کہ محض پہلے یہ کہہ دینا ہے کہ کرنے والا پہلا اقدام یہ ہے کافی نہیں ہوتا۔ بجائے خود یہ پہلا اقدام کرنے سے پہلے ہمیں بہت سے کام ابھی کرنا ہیں۔ کسی حد تک ایک بیانہ پر یہ کام ہو رہے ہیں تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں مزید منظم اور مزید تیز کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ان کا مولوں کا تعلق سیاسی اور سماجی تبدیلیوں سے ہے اور سارے سیاسی اور سماجی کام ہیں۔ ملک و قوم کے گھرستے حالات دیکھ کر دلوں میں کرب محسوس کرنے والے افراد کو چاہیے کہ وہ یہ درد کی دولت صرف اپنے دلوں میں مغلن نہ رکھیں اسے اپنے علم اور قلم سے ذریعے "فراخدی" سے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں۔

اسی طرح ان سارے کاموں کا کلی انجصار دراصل مغلص، محنتی اور ایثار پیشہ قیاد توں پر ہی ہوتا ہے وہ ناظم اور وہ امیر جو اپنے کارکنوں اور مامور افراد کا گلہ کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں پہلے اپنا جائزہ لینا چاہیے در حقیقت کی خود قیادت کے اندر موجود ہوتی ہے۔ کرنیں اکٹھی ہو کر شمع کو وجود نہیں یہ شمع ہے جس کے موجود سے کرنیں جنم لیتی ہیں۔ اس کی روشنی کی بیامبر بن کر گھٹاؤپ تاریکی میں بلا رکاوٹ گھستی چل جاتی ہیں۔ جب ہم کارکنوں کے اوصاف کے اوصاف پڑھتے ہیں تو قیاد توں کو یہ موقع نہیں رکھنا چاہیے کہ ان کے اوصاف کے حامل گھڑے گھڑائے کارکن میسر آئیں گے اور اپنے قائد کے استقبال کے لئے مستعد کھڑے ہوں گے۔ اگر آپ قائد ہیں اور آپ کو اللہ نے قائدانہ صلاحیتیں عطا کی ہیں تو یہ سارے اوصاف آپ نے پہلے خود اپنے اندر پیدا کرنے ہیں۔ ان اوصاف کو کارکنوں میں منتقل کرنا بلاشبہ قیادت کاری اور افراد سازی بڑے، حليم الطبع اور وسیع ظرف لوگوں ہی کا کام ہے اور مردم شناسی کے ہمراستے بہرور ہونا اور امید کو زندہ رکھنا قیادت کے لازمی اوصاف ہوتے ہیں گزارشات پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ دراصل یہ وہ زاد را ہے کہ جو ہمارے پاس ہو نا چاہیے۔ نہیں ہے تو اسے حاصل کرنا چاہیے۔ کہ ایسی زاد را کے بل پر ہم اپنے لئے بڑے اقدام کو جامہ عمل پہنانکے ہیں۔ یہ بات تو بہر حال آپ یقیناً سمجھتے ہوں گے کہ پالیسی بنانے اور نافذ اور حکومتی کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ لہذا جب تک حکومت کی زمام کار نیک، دیانت دار اور ملک و ملت کا در در رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں نہیں آتی موجودہ حالات میں کوئی بڑا اور ثابت تغیری و نمانہ نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ ہے وہ وجہ کہ جس کی بناء پر ملک میں قائم خالمانہ نظام کر جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جدوجہد تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیمی تجارت ایسے گھنائے اور فتح کاروبار کو جب تک حکومتی ویلے سے روکنے کے اسباب پیدا نہیں ہوتے۔ دریں اشناع اس نگک ملت سرگرمی کا تدریک کرنے کے لئے دوسرا بڑا اقدام ایسے معیاری رفایی تعلیمی ادارے کھولنے کی ضرورت ہے کہ جہاں کم از کم قوم کے ذیں تین بچوں کو عزت مند اور خود دارانہ ماحول میں زیور تعلیم سے آرائتے کیا جائے۔ ان اداروں کی مالی ضروریات مخیر حضرات کے تعاون

سے پوری کی جائیں (الحمد لله! یہ خطہ پاک دھرتی کے جھومر ایسے افراد سے خالی نہیں۔ بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے رزق حلال کا ایک گراں قدر حصہ تعمیر ملک و ملت میں لگانا چاہتے ہیں۔ تاہم حقیقی اعتماد کی فضای فراہم کرنا ان رفاهی تعلیمی اداروں کی انتظامی قیادت کا فریضہ ہے) اسی طرح ان اداروں میں زیر تعلیم بچوں کے والدین کے خالصتاً خود اختیاری مالی تعاون کو بھی خوش آمدید کہنا چاہیے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ خلوص اور اہلیت کی دولت سے بہر و لوگ اگر اس کام کا یہ اٹھائیں تو یہ دکھوں کی ماری اور بار بار کی ڈسی ہوئی قوم اس سب کچھ کے باوجود ایسے لوگوں کو ویکلم نہیں کرے گی۔ اگر یہ خوش نہیں سچی بات ہے تو قوم کی آنکھوں میں ایسے ہی مخلص اور اہل لوگوں کو آگے بڑھ کر تھام لینے کے خواب سچے دکھائی دیتے ہیں اسی ملک میں اسی دھرتی پر ایسے رفاهی ادارے پہلے سے قائم ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے ایک قومی تحریک کی شکل دیکر ملک بھر میں ایسے اداروں کا جال پھجادیا جائے تو تعلیم کے نام پر دھوکہ دہی کے اڈے، غیر معیاری تعلیم دینے والی دکانیں اور معیاری تعلیم دینے والے مگر لاکھوں روپوں کی رسیا گھٹیا سودا اگروں کی لمبیڈ کپنیاں (پرائیویٹ یونیورسٹیاں، ایک آدھ استثنائے کے ساتھ) یقیناً خسارے میں چلی جائیں گی اور خسارہ۔۔۔۔۔ ہاں یہی خسارہ ان تعلیمی دھوکے بازوں کو اپنے شتر گرانے پر مجبور کر دے گا۔ یہاں یہ زمینی حقیقت و رطہ تحریر میں لاتے ہوئے دل خون کے آنسو درہ ہے کہ "جن پر تکیر تھا وہی پتے ہوادے رہے ہیں" نظریہ اسلامی کی اساس ہر ملک میں تبدیلی لانے کے لئے نصف صدی سے کوشش ہمارے معاشرے کی ایک بہت بڑی منظم قوت کم از کم اس تعلیمی بحران میں بلوغت بصیرت کا مظاہرہ نہیں کر سکی۔ کچھ سادہ لوگ لوگوں نے اور بہت سارے زر پرست لوگوں نے حکومتی پالیسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے تجارتی تعلیمی دکانیں سجا لیں تو تبدیلی کی علمبرداریہ قوت بھی اپنے قائدانہ منصب کے بر عکس اندھی کوری تقلید کا شکار ہو گئی اور اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بھی اسلام کے لبادے میں ایسی ہی دکانیں کھول لیں، لاہور میں قیام پاکستان سے پہلے کے زمانے سے جاگیر داروں اور خالم طبقات کی اولادوں کے لئے قائم ایک ایسے ہی

تعلیمی ادارے کی نقلی میں اپنے کردار کا سارا اٹاٹا لہور کے ایک نئے بننے والے قبے میں ایک ایسا ہی بھونڈ انجمنی ادارہ قائم کر کے ہوس پرستی کی دیوی کی بھینٹ چڑھادیا۔ واحسرا! مرے تھے جن کے لئے وہی اس قوم کے جانے کو کندھا دینے کے لئے تیار نہیں ہو پا رہے یہ تحریر لکھتے ہوئے میر احمد بے اختیار یہ چاہ رہا ہے کہ میں اپنی پوری تو انائی ساتھ ان نوجوانوں کو ایک بھروسہ سلیوٹ پیش کروں کہ جو اپنی نوجیزیوں کی چند بے اعتدالیوں کے ہوتے سائے میں دھوکہ نہ لکھائے اور اس گھٹاٹوپ اندر ہیرے میں شمع علم کی نہ صرف حفاظت پر کمرستہ ہیں۔ بلکہ اس کی لو اور تیز کرنے کے لئے اپنے ہجہ کا خون انڈیل رہے ہیں۔ یہ اقبال کے شاہین۔۔۔ بلاشبہ بیرون کے استاذ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ہم انقلاب کی داعی قیادتوں کی خدمت میں یہ گزارش کرتے ہیں کہ انقلاب، انقلابی اقدامات ہی سے آیا کرتے ہیں۔ یہ انقلابی اقدام اب کر گزریے۔ اپنے اور اپنے سے وابستہ اداروں اور افراد کے اداروں کو تعلیمی تجدید سے پٹا کر رفاهی تعلیمی ادارے ڈیکلیئر کر دیں اور ان اداروں میں قابلیت کے نہایت شفاف معیار کی بنیاد پر قوم کے ذہین ترین بچوں کو اعزازی تعلیم فراہم کرنے کی راہ ہموار کریں۔ ان بچوں کی دعائیں اور تعلیم و تربیت دونوں ایسی قوت ہیں جو منزل انقلاب کو قریب تر کر سکتی ہیں۔